AL-MISBAH RESEARCH JOURNAL

Al-Misbah, **Vol. 3, No. 2**(2023),79-90
https://almisbah.info/

امام شاطبیؒ کے احوال کا جائزہ

BIOGRAPHIC ANALYSIS OF IMĀM ABŪ ISḤĀQ SHĀṬIBĪ

*Hafiz Muhammad Masood Ahmad

ABSTRACT

Imam Shatibi was a prominent Islamic scholar and jurist who lived in Andalusia (present-day Spain) during the 14th century. He is best known for his contributions to the field of Islamic jurisprudence (fiqh) and his influential work, "Al-Muwafaqat fi Usul al-Shari'ah" (The Harmonization of the Legal Rulings). He is a renowned Islamic scholar but his biographic information is not found comprehensively in Urdu and English literature. The objective of present study is to highlight the time and circumstances of his era. This is a qualitative research and data is gathered from secondary sources; books, articles and online sources. Imam Shatibi's scholarly contributions were primarily focused on the principles of Islamic jurisprudence. In his book, "Al-Muwafaqat fi Usul al-Shari'ah," he aimed to harmonize the different schools of Islamic law by identifying their common principles and developing a systematic approach to legal reasoning. The book is regarded as one of the most important works in the field of Islamic jurisprudence and has been widely studied and commented upon by scholars throughout history. Aside from his contributions to Islamic jurisprudence, Imam Shatibi was also known for his piety and devotion to Islam. He was a follower of the Maliki School of Islamic law, and his teachings and writings have influenced generations of Muslim scholars and jurists. Imam Shatibi died in Granada in 1388 CE, leaving behind a legacy of scholarship and intellectual rigor that continues to inspire and inform the Islamic tradition to this day.

Key Words: Imam Shatibi, Islamic Jurisprudence, Fiqh, Andalus Muslim Scholars, Al-Muwafaqat.

* Lecturer, Jamia Naeemia Lahore.

ISSN-Online: 2790-8828
ISSN-Print: 2790-881X

آٹھویں صدی ہجری میں سرزمین اندلس پر تفسیر، حدیث، فقہ، اصول تفسیر، اصول حدیث، اصول فقہ، لغت، فن بلاغت پر مہارت کا ایک ایسا آفتاب طلوع ہوا جس نے اندلس اور غرناطہ کے ساتھ پورے عالم اسلام کو اپنے علم وہدایت سے منور کیا۔ علامہ ابو اسحاق شاطبیؒ ایک ایسی نابغۂ روزگار ہستی ہیں جو علوم اسلامیہ میں گہری نظر رکھنے والے مطلق امام، محقق و مدقق، متکلم، اصولی اور ثقہ اکابر ائمہ کے گروہ میں سے تھے، مختلف علوم وفنون میں تحقیق کے میدان میں آپ متمکن اور امامت کبریٰ کے مقام پر فائز تھے، آپ کی قدر ومنزلت بیان سے باہر ہے اور آپ کا مقام ومرتبہ معلوم اور شہرت شرق سے غرب تک پھیلی ہوئی ہے۔ آئندہ سطور میں اسی شخصیت کی پیدائش سے لے کر وفات تک کے حالات وواقعات کا جائزہ لیا جائے گا۔

اس میں شک نہیں ہے کہ ہر انسان اپنے عہد سے بندھا ہوتا ہے اور وہ اس سے متاثر بھی ہوتا ہے، چونکہ انسان کا اپنے زمانے اور مکان سے چولی دامن کا رشتہ ہوتا ہے اس لیے کسی کے خیالات اور نظریات سے واقفیت حاصل کرنا ہو تو اس کے زمانے کو سمجھ لینے سے اس کی شخصیت کو سمجھا جا سکتا ہے۔ اس لیے امام شاطبیؒ نے جن سیاسی، اجتماعی اور علمی حالات میں پرورش پائی ان کا کچھ احوال جانتے ہیں۔

> "سلطنت اندلس مختلف مسائل کی وجہ سے جب کمزور ہوگئی اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے لگے، اس کے قواعد و قوانین یکے بعد دیگرے ایک ایک کر کے ختم ہونے لگے تو ساتویں صدی ہجری کے نصف سے قبل جنوب اندلس میں مملکت عربیہ اسلامیہ غرناطہ [1] قائم ہوئی، غرناطہ شہر کو اس کا دارالحکومت بنایا گیا، اس کا سہرا محمد بن یوسف بن نصر المعروف ابن احمر [2] کو جاتا ہے، یہ دولۃ الموحدین کے سقوط کے بعد قائم ہوئی۔" [3]

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب ابن احمر نے مملکت عربیہ اسلامیہ غرناطہ کی باگ ڈور سنبھالی تو اندلس داخلی اور خارجی فسادات میں گھرا ہوا تھا، داخلی فسادات کی وجہ سے مملکت کافی کمزور ہوچکی تھی خارجی دشمنوں نے بھی اسے کاری ضربیں لگائی تھیں، چنانچہ ان حالات میں لوگ غرناطہ ہجرت کرنے کو مجبور تھے، کیونکہ اندلس کے کئی شہروں کا اسپان کے ہاتھوں سقوط ہوچکا تھا۔[4] ان حالات میں بنو احمر کے بادشاہ اس بات پر متفق ہوئے کہ جنگ کے لیے کوئی ایسا کمانڈر منتخب کریں جو بنو مرینین کے رشتہ داروں میں سے ہو کیونکہ وہ جہاد میں اچھی شہرت رکھتے ہیں، وہ بلاط فاس کے بھی قریب ہیں اور ان کے آپس میں عسکری رابطے بھی استوار ہیں۔ اس کے برعکس مرینین کا اندلس میں جہاد کا مقصد شہرت اور اس کے حکام پر برتری حاصل کرنا تھا، تاکہ بنی احمر ان کا مقابلہ نہ کرسکیں، انھوں نے اندلس کی فوج کا سربراہ اپنے ایک شیخ کو بنادیا تاکہ وہ جنگیں لڑے اور فتح حاصل کرے اور وہ ان اسلامی ممالک کو جہادی مرکز کہہ سکیں۔[5] پھر محمد بن یوسف بن الاحمر کی ۶۷۱ھ میں وفات کے بعد اس کے بیٹے ابوعبداللہ محمد الثانی بن محمد بن یوسف [6] نے مملکت کی باگ ڈور سنبھالی، اس کی حکومت اس کی وفات یعنی ۷۰۱ھ تک رہی، اس دوران کچھ علاقے بھی فتح ہوئے اور مملکت داخلی اضطرابات سے بھی محفوظ رہی۔ اس کے بعد اس کے بھائی محمد الثالث بن محمد بن یوسف [7] نے حکومت سنبھالی جو ۷۰۸ھ تک رہی، اس نے حکومت اپنے بھائی نصر بن محمد [8] کے حوالے کردی جس نے ۷۱۳ھ تک حکومت کی۔ اس کے دور میں مریہ [9] کو نصاریٰ پر فتح ہوئی، اس کے اور بنی مرین کے درمیان کچھ معاملات خراب ہوگئے جسے نصاری نے غنیمت سمجھا اور ان پر خوب سختی کردی، یہ نصاری کو جزیہ دینے پر مجبور ہوئے جس سے لوگ ناراض ہوگئے اور انھیں بادشاہت سے اتار دیا۔ اس کے بعد ان کے کزن اسماعیل بن فرج بن اسماعیل بن یوسف [10] نے ۷۱۳ھ میں بادشاہت سنبھالی، پھر وہ بھی اپنے کزن کے ہاتھوں ۷۲۵ھ میں قلعے کے باہر قتل ہوگیا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے محمد [11] نے بادشاہت سنبھالی جو ۷۳۴ھ میں قتل ہوگیا، یہ جبل طارق پر فوجیوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس کے بعد بادشاہت اس کے بھائی ابوالحجاج یوسف بن اسماعیل [12] کے پاس آگئی جو عید الفطر ادا کرتے ہوئے ۷۵۵ھ

میں قتل ہو گیا۔ اس کے دور میں مدرسۃ نصریہ کی بنیاد پڑی جو پھر جامعہ غرناطہ کے طور پر مشہور ہوا، عیسائیوں نے طریف[13] میں شکست دی جو مسلمانوں کے لیے بڑی تکلیف دہ واقعہ ثابت ہوا کیونکہ اس میں کئی علماء اور قائدین کی جانیں چلی گئیں تھیں۔

اس کے بعد امارت اس کے بیٹے محمد بن یوسف بن اسماعیل[14] کے سپرد ہوئی جو ۷۶۰ھ تک رہی، اس کے بھائی اسماعیل نے اس سے حکومت چھین لی، جو ۷۶۱ھ میں اپنے کزن کے ہاتھوں قتل ہو گیا، حکومت محمد بن یوسف کے پاس آگئی، ۷۶۳ھ سے ۷۹۳ھ تک یہ بادشاہ رہے۔ ان کے دور سلطنت میں خوب امن وسلامتی رہی، عیسائی اپنی داخلی جنگوں میں الجھ کر رہ گئے تھے۔[15]

اس خلاصے سے معلوم ہوتا ہے کہ بنو نصر کا دور حکومت کیسا تھا، ان کے زمانے میں داخلی اضطرابات، اقتدار کے لیے سیاسی منازعات کتنے عروج پر تھے، اسی طرح عیسائیوں کے ساتھ ان کی جنگیں چل رہی تھیں، جس سے دولۃ نصریہ مسلسل کمزور ہوتی چلی جارہی تھی یہاں تک ۸۹۷ھ میں اسبان کے ہاتھوں اس کا سقوط ہو گیا۔ مندرجہ بالا تاریخ جو ساتویں ہجری سے آٹھویں ہجری تک بیان کی گئی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام شاطبیؒ نے بنو نصر کے مندرجہ ذیل حکمرانوں کا دور دیکھا:

- ابوالولید اسماعیل بن فرج بن اسماعیل (۷۱۳ھ-۷۲۵ھ)
- محمد بن اسماعیل بن فرج بن اسماعیل (۷۲۵ھ-۷۳۴ھ)
- یوسف بن اسماعیل بن فرج بن اسماعیل (۷۳۴ھ-۷۵۵)
- محمد بن یوسف بن فرج بن اسماعیل (۷۵۵ھ-۷۶۰) پھر (۷۶۳ھ-۷۹۳ھ)
- اسماعیل بن یوسف بن اسماعیل (۷۶۰ھ-۷۶۱)
- اسماعیل بن یوسف بن اسماعیل (۷۶۰ھ-۷۶۱)[16]
- محمد بن اسماعیل بن فرج (۷۶۱ھ-۷۶۳ھ)

اجتماعی حالات

بنی الاحمر کے اکثر حکمران اپنی رعایا کی حاجات اور اجتماعی مسائل حل کرنے کی تگ و دو میں رہتے تھے وہ غرناطہ کی عوام کا خیال رکھتے تھے، ناگفتہ بہ سیاسی حالات کے باوجود بھی امن ہر صورت قائم رکھنے کی کوشش کرتے تھے، اس کے لیے مختلف قلعے وغیرہ بھی تعمیر کیے گئے تھے، عسکری مدد انھیں مغرب سے ملتی تھی۔ ان ساری کوششوں سے اجتماعی زمین رہنے کے قابل تھی، اس کے باشندے امن وسکون سے زندگی گزارتے تھے وہ اپنی تجارتی اور زرعی سرگرمیاں بھی آزادی سے کرتے تھے، اسی وجہ سے غرناطہ سیاحتی مرکز بن چکا تھا لوگ مختلف جگہوں سے اسے دیکھنے آتے تھے۔

غرناطہ کی خوبصورتی، حسن وجمال اور قدرتی مناظر کے حوالے سے ابن بطوطہ رقم طراز ہیں:

> ''غرناطة قاعدة بلاد الأندلس و عروس مدنها، وخارجها لا نظير له في بلاد الدنيا، وهو مسيرة أربعين ميلاً، يخترقه نهر شنيل المشهور، وسواه من الانهار الكثيرة والبساتين والجنات و الرياض والقصور والكرم محدقة بها من كل جهة، ومن عجب مواضعها: عين الدمع، وهو جبل فيه الرياض والبساتين لا مثل له بسواها''
>
> ''غرناطہ اندلس کے شہروں کی دلہن ہے، اندلس کے باہر اس جیسے شہر کی کوئی مثال نہیں ملتی، اس کی مسافت چالیس میل تک تھی، اس سے مشہور نہر شنیل گزرتی تھی، اس کے ساتھ بے شمار چھوٹی نہریں، باغات، باغیچے، خوبصورت عمارتیں تھیں، اس کے خوبصورت ترین مقامات میں سے، عین الدمع: جو کہ ایک پہاڑ تھا جس پر باغات تھے وہ اپنی مثال آپ تھا۔''[17]

جن اجتماعی وجوہات کی بنیاد پر غرناطہ کو ترقی ملی تھی ان میں لوگوں کا غرناطہ میں ہجرت کر کے آجانا سرفہرست تھا، کیونکہ اس کے دشمن اسپانی تھے، یوں تجربہ کار اور ماہرین آگئے، جس سے غرناطہ کا تجارتی پہیہ تیزی سے گھومنے لگا، حتیٰ کہ غرناطہ دیگر ممالک سے تجارتی واقتصادی لین دین بھی کرنے لگ گیا۔[18]

امام ابن الخطیبؒ[19] غرناطہ کے لوگوں کا دینی احوال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''أحوال هذا القطر في الدين و صلاح العقائد، أحوال سنية، والنحل فيهم معروفة، فمذاهبهم علي مذهب مالك بن أنس امام دارالهجرة جارية، و طاعتهم للأمراء محكمة''

''اس علاقے کے لوگوں کے دینی احوال اور عقائد بڑے معروف ہیں یہ سنی العقیدہ لوگ ہیں، یہ امام مالک بن انس امام دارالہجرۃ کے پیروکار ہیں، ان کی اطاعت حکمرانوں کے لیے ہے۔''[20]

ان کی زبان اور رہن سہن کے متعلق فرماتے ہیں:

"وألسنتهم فصيحة عربية، يتخللها غرب كثير، وتغلب عليهم الامالة، واخلاقهم أبية في معاني المنازعات، وأنسابهم عربية، وفيهم من البربر والمهاجرة كثير، ولباسهم الغالب علي طرقاتهم الفاشي بينهم، الملف المصبوغ شتاء... فتبصرهم في المساجد، أيام الجمع، كأنهم الأزهار المفتحة، في البطاح الكريمة، تحت الأهوية المعتدلة"

''یہ فصیح اللسان ہیں عربی زبان بولتے ہیں، ان کی زبان میں دیگر قوموں کی وجہ سے امالہ غالب ہے، یہ عربی النسب ہیں، بہترین اخلاق کے مالک ہیں، ان میں بربر اور مہاجر ہیں، یہ بہترین لباس پہنتے ہیں، جمعہ کے دن یہ مساجد میں ایسے نظر آتے ہیں، جیسے کسی باغیچے میں مطمئن پھول کھلے ہوئے ہوں۔''[21]

ان کے کھانے پینے کے بارے میں فرماتے ہیں:

''یہ پوراسال جَو استعمال کرتے ہیں، اسی طرح موسم سرما میں موسمی پھل اور فصل اگاتے ہیں، ان کے پاس اعلیٰ قسم کی کپاس بھی اگتی ہے، سارا سال خشک میوہ جات دستیاب ہوتے ہیں، انگور خشک کرتے ہیں جو کافی عرصہ تک استعمال میں رہتا ہے، اس کے علاوہ، انجیر، زیتون، سیب اور انار ان کے کھانے میں شامل ہوتے ہیں۔''[22]

ان میں کچھ لوگ افراط میں مبتلا ہو کر منہج اعتدال سے ہٹ گئے تھے، امام ابن الخطیب نے جو کچھ دیکھا اس سے ہمیں یہی پتہ چلتا ہے، ان میں ناچ گانا عام ہو گیا تھا، یہ دکانوں اور بازاروں تک پھیل گیا تھا، عورتیں زیب وزینت کے ساتھ باہر نکلتی تھیں، وہ سونے اور زیورات کی نمائش بھی کرتی تھیں، سونے کے مختلف ڈیزائن بنانے لگی تھی، ان سب واقعات نے عقل مندوں کو خوف میں مبتلا کر دیا تھا کہ ان فتنوں کی وجہ سے آیا ان پر کوئی آفت ہی نہ آجائے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا گو تھے کہ ان کی یہ غفلت کہیں پکڑ کا سبب نہ بن جائے، ان پر کوئی آفت یا کسی امتحان میں مبتلا نہ کر دیے جائیں، اللہ تعالیٰ ان سے اپنا لطف و کرم نوازی نہ ہٹالے۔[23]

اگرچہ ہم غرناطہ کے اندرونی ومعاشی حالات پر بات کر چکے ہیں جو ترقی کر رہی تھی لیکن اس کے امن کے لیے اسپانی مسلسل خطرے کی علامت تھے ان کا غرناطہ کے اقتصادی حالات پر بڑا اثر تھا، اسی لیے غرناطہ کی عوام ان کے خطرے سے بچنے کے لیے قلعوں کی مرمت اور جدید قلعے بنانے کے لیے کوشاں تھے کیونکہ اس سے دشمن کے حملوں کا دفاع اور مقابلہ آسان ہوتا ہے اور وطن کے اثاثوں کی حفاظت بھی رہتی ہے۔[24]

اس کے ساتھ ساتھ داخلی اور خارجی فتنوں سے غافل اور شریعت سے مسلسل دوری کا سلسلہ بھی جاری تھا، پھر دیکھتے دیکھتے ہی ہر طرف مختلف فتنوں نے سر اٹھالیا، مصائب بڑھ گئے، عورتوں نے حجاب چھوڑ دیے، جہاد کا اہتمام کم ہو گیا، دشمن کے خلاف اللہ کی رضا کی بجائے حرص ولالچ کی بنیاد پر لڑائیاں شروع ہو گئیں۔[25]

جب غرناطہ پر ہر طرف سے مصیبتیں ٹوٹ پڑیں اور خوشحالی جاتی رہی، عوام تنگ حالی میں زندگی گزارنے پر مجبور ہو گئے تو لوگ اس حد تک آگئے کہ یہ فتویٰ پوچھا گیا کہ کیا اسبانیوں کے ساتھ لین دین کا معاملہ کیا جاسکتا ہے، انھیں اسلحہ بیچا یا ان سے خریدا جاسکتا ہے؟[26]

علمی حالات

اگرچہ غرناطہ شدید سیاسی اضطراب میں تھا، اندلس سے بہت سارے اسلامی و عربی شعائر ختم ہو چکے تھے لیکن علمی و ثقافتی میدان اپنی آب وتاب کے ساتھ آباد اور جاری وساری تھا، وہ اپنا سفر جاری رکھے ہوئے تھا تاکہ اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کر سکے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس وقت غرناطہ میں کتنا علمی و فکری کام ہو رہا تھا اس کی نشاندہی کرنا مشکل کام ہے، اس لیے ہم چند بنیادی اور بڑے عوامل کے ذکر پر اقتصار کریں گے، جن کی وجہ سے علمی ماحول برقرار تھا، یہ پانچ امور ہیں:

پہلا: اندلس کی مختلف ریاستوں کا اسبانیوں کے ہاتھوں سقوط کے بعد علماء کا غرناطہ کو اپنا مرکز بنالینا۔

دوسرا: بنی الاحمر کے امراء کا مزاج اور علم دوستی، علماء کی مجالس کا اہتمام اور مدارس و مساجد کی ضروریات کو اوقاف کے ذریعے مکمل کرنا وغیرہ۔

بنی الاحمر کے بادشاہ علماء کے لیے کشادہ دل رکھتے تھے ان کا احترام کرتے تھے، ان کی آراء پر عمل کرتے تھے، وہ اپنا وزیر یا مشیر عالم کے سوا کسی کو نہیں بناتے تھے۔ ان میں سر فہرست ابو الحجاج یوسف الثانی ہے جسے فنون وادب کے ساتھ خاص شغف تھا، اسی طرح ابو الولید اسماعیل بن یوسف الثانی[27] جو "نثیر الجمان" کتاب کے مصنف تھے۔ ان کے وزراء میں کئی ادیب اور شاعر تھے، جیسے لسان الدین ابن الخطیب، ابن زمرک[28] وغیرہ۔

تیسرا: مشرق کے اسفار کرنے والے علماء سے بھرپور استفادہ، ایسے علماء جنھوں نے مشرقی ملکوں کے اسفار کر کے مختلف علوم حاصل کیے تھے اور پھر اندلس واپس لوٹے ان کے علوم و تجربات سے استفادہ کیا گیا۔

چوتھا: دو علمی درسگاہوں کا قیام جن کا مقصد اسلامی معرفت کی حفاظت کرنا تھی۔

پہلی: الجامع الاعظم، یہ محمد بن محمد الثالث کے زمانہ میں بنا، اس میں کئی علمی حلقے لگتے تھے، جن سے لوگ علم سیکھتے تھے انھیں اپنی عبادات کی درستی کا پتہ چلتا تھا، اس کے مشہور مدرسین میں امام ابو سعید فرج بن لب[29] اور امام ابو بکر احمد بن جزی[30] وغیرہ کا نام آتا ہے۔

دوسرا: المدرسۃ النصریۃ[31]، یہ ابو الحجاج یوسف الاول کے زمانے میں قائم ہوا تھا، اس کے لیے کئی سارے مولفین نے اپنی کتابوں کے نسخے وقف کیے تھے، بڑے بڑے ماہر اساتذہ کرام اس میں درس دیتے تھے، جن میں ابن الفخار، الزواوی وغیرہ شامل ہیں۔

پانچواں: یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس وقت کے سیاسی و اقتصادی حالات نے عوام اور حکمران دونوں کو شریعت اور اہل علم کی طرف مائل کیا ہو، تاکہ وہ ان سے کوئی راہنمائی حاصل کر سکیں اور حالات میں بہتری ہو۔

علمائے غرناطہ کی بے پناہ فکری و علمی خدمات ہیں، وہ علم کی تحقیق عمل کے لیے کرتے تھے، ان کے منبر و محراب سے کلمہ حق گونجتا تھا، وہ اسبانیوں کے خلاف جہاد کے لیے صدا بلند کرتے رہتے تھے۔

امام المقری الحفیدؒ[32] فرماتے ہیں:

''ولما تقلص ظل الاسلام بالجزيرة– أعاده الله للاسلام–واسترد الكفار– دمرهم الله– أكثر امصارها و قراها، على وجه العنوة والصلح والاستسلام، لم يزل العلماء والكتاب والوزراء يحركون حميات ذوى البصائر والأبصار، ويستنهضون عزماتهم من كل الأمصار''

جب جزیرہ پر اسلام کا سایہ کم پڑنے لگا تو اللہ تعالیٰ نے اسلام کو دوبارہ لوٹا دیا، وہ گاؤں دیہاتوں میں زیادہ پھیل گیا، جس سے لوگوں میں امن وسلامتی اور صلح کا ماحول بن گیا، علماء، کاتبین اور وزراء بھی اس کی حرکت میں اپنا کردار ادا کرتے رہے، ہر شہر میں اسے پھیلانے کی کوششوں کو سراہا گیا۔[33]

اس کے ساتھ امام شاطبیؒ نے بدعت اور جہالت کے خلاف جہاد شروع کر دیا، جو صحیح راستے سے ہٹ جانے کی وجہ سے پھیل رہی تھی،اور ان مصائب پر صبر کرنے لگے جو حق کو پھیلانے اور باطل کو بھگانے کی وجہ سے پیش آرہے تھے۔

وہ فرماتے ہیں:

''وتارة نسبت الى معاداة اولياء الله، وسبب ذلك أنى عاديت بعض الفقراء المبتدعين المخالفين للسنة المنتصبين بزعمهم لهداية الخلق، وتكلمت للجمهور على جملة من أحوال هولاء الذين نسبوا أنفسهم الى الصوفية ولم يشتبهوا بهم''

''مجھے کبھی اولیاء اللہ کا دشمن کہا گیا کیونکہ میں ان بدعتی فقیروں کی مخالفت کرتا تھا جو لوگوں کو ہدایت کے نام پر گمراہ کرتے تھے، میں نے جمہور علماء سے بھی رابطے کیے ایسے لوگوں کے متعلق جنھوں نے اپنے آپ کو صوفیاء سے منسلک کرر کھا تھا اور گمراہی پھیلاتے تھے۔''[34]

اس کے ساتھ انھوں نے ایک مضبوط منہج بنانے کی بھی دعوت دی، جس سے متعلمین کے اندر اچھی استعداد پیدا ہو وہ تحقیق کر سکیں، اور متعلمین کو مختصر اور مشکل عبارتوں میں نہ پھنسایا جائے جن کا سمجھنا مشکل ہو، انھیں قدماء کی کتابوں میں نہ الجھایا جائے، جن کے مطالعہ سے تھوڑے وقت میں ملکہ پیدا ہو جاتا ہے۔

اس تمام عمل سے آٹھویں صدی ہجری میں علمی و فکری کام شروع ہوا، جس سے بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے، جیسے: امام محمد بن علی الفخار جنھیں شیخ نحاۃ الاندلس مانا جاتا ہے، امام ابن لب، المقری، امام ابراہیم الشاطبی جو اصولی فقیہ تھے، امام ابو بکر عاصم وغیرہ سرفہرست ہیں۔

اس کے ساتھ کئی ساری تصانیف مختلف فنون میں لکھی گئیں، دارالافتاء قائم ہوئے، اخلاقی مسائل پر بحثیں شروع ہوئیں، جس سے اندلس میں علمی و فکری ماحول نے اپنا رنگ دکھایا۔[35]

حالاتِ زندگی

امام شاطبیؒ کی تاریخ ولادت معین کرنے میں کافی مشکل نظر آتی ہے کیونکہ سوانح نگاروں نے آپ کی تاریخ وفات کو تو ذکر کیا ہے لیکن وہ تمام کتب تراجم جن میں آپ کے احوال و آثار رقم کیے گئے ہیں اِن میں آپ کے سن ولادت کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔

احمد بابا التنبکتی[36] لکھتے ہیں:

''ولم أقف على مولده — رحمه الله''[37]

(مجھے آپؒ کی تاریخ ولادت معلوم نہیں ہو سکی۔)

امام شاطبیؒ کے شاگرد عبد اللہ مجاریؒ نے بھی جس وقت امام شاطبیؒ کے حالاتِ زندگی تحریر کیے تو سن ولادت کا ذکر نہیں کیا۔

الشیخ الدکتور ابو رافع محمد بن ہادی الاجفان التمیمی[38] نے امام شاطبیؒ کے شیوخ میں سب سے پہلے وفات پانے والے شیخ ابو جعفر احمد بن الزیات متوفی ۷۲۸ھ[39] کی تاریخ وفات سے نتیجہ اخذ کرتے ہوئے امام شاطبیؒ کی سن ولادت ۷۲۰ھ نکالی ہے۔ ابو الاجفان کا کہنا ہے کہ ۷۲۸ھ میں امام شاطبیؒ نوجوان ہوں گے:

''لم يعين المترجمون لأبي اسحاق الشاطبي سنة ولادته، ويمكننا أن نقدر الفترة التي ولد فيها، استنتاجاً من تاريخ وفاة شيخه أبي جعفر احمد بن الزيات، الذي كان أسبق شيوخه وفاةً، فقد كانت سنة وفاته: ۷۲۸ ھ، وهي السنة التي يكون فيها مترجمنا يافعاً، و ذلك ما يجعلنا نرجع أن ولادته كانت قبيل سنة: ۷۲۰ھ''[40]

"امام ابو اسحاق الشاطبیؒ کے سوانح نگاروں نے آپ کی سن ولادت متعین نہیں کی، ہمارے لیے ممکن ہے کہ ہم آپ کے شیخ ابو جعفر احمد بن الزیات جنھوں نے سب سے پہلے وفات پائی، اُن کی تاریخ وفات سے نتیجہ اخذ کرتے ہوئے اس عرصے کا اندازہ لگا سکیں جس میں آپؒ کی ولادت ہوئی۔ آپ کے شیخ کی سن وفات ۷۲۸ھ ہے اور اُس سال آپ نوجوان ہوں گے لہٰذا ہم اس بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ آپ کی ولادت ۷۲۰ھ سے تھوڑا سا پہلے ہوئی ہے۔"

نام اور کنیت

امام شاطبیؒ کا اسم گرامی ابراہیم بن موسیٰ بن محمد[41] ہے۔ آپ کی سوانح حیات لکھنے والے تمام سوانح نگار اس بات پر متفق ہیں۔ سب سوانح نگاروں نے اِسی قدر نام ذکر کیا ہے اور اس پر مزید کوئی اضافہ نہیں کیا۔

آپ کی کنیت ابو اسحاق ہے۔ سوانح نگاروں نے کوئی ایسی چیز ذکر نہیں کی جو آپ کی اولاد اور ان کی تعداد سے تعلق رکھتی ہو۔

نسب اور نسبت

"ذكر المترجمون عنه أنه اللخمي"(آپ کے سوانح نگاروں نے ذکر کیا ہے کہ آپ لخمی ہیں۔)

کتاب الانساب میں ہے: لخمی لام مفتوح اور خاء ساکن کے ساتھ یہ لخم بن عدی کی طرف منسوب ہے۔ لخم اور جذام یہ یمن کے دو عرب قبیلے ہیں جنھوں نے شام کے ایک گاؤں میں سکونت اختیار کی[42] اور الصحاح میں ہے: لخم یہ یمن کا قبیلہ ہے اور دورِ جاہلیت میں عرب بادشاہ انھیں میں سے تھے اور یہ عمرو بن عدی بن نصر اللخمی کی اولاد ہیں۔[43]

آپؒ کی نسبت غرناطی اور شاطبی ہے۔

غرناطی: مملکتِ غرناطہ کی طرف منسوب ہے جس میں امام شاطبیؒ نے زندگی بسر کی اور اسی میں وفات پائی۔ اندلس کا ایک معروف شہر ہے۔

شاطبی: شاطبہ کی طرف منسوب ہے۔ شاطبہ اندلس اور قرطبہ کے مشرق میں ایک شہر ہے۔[44]

امام شاطبیؒ کے خاندان نے شاطبہ کی طرف ہجرت کی۔ کچھ عرصہ یہاں قیام کیا اور پھر غرناطہ کی طرف منتقل ہوگئے۔ وہیں امام شاطبیؒ کی پیدائش ہوئی اور غرناطہ میں ہی آپؒ نے پرورش پائی۔[45] یاقوت حموی نے معجم البلدان میں کہا ہے کہ: شاطبہ اندلس اور قرطبہ کے مشرق میں ایک قدیم اور بڑا شہر ہے۔[46] پس امام شاطبیؒ عربی الاصل ہیں۔ ہجرت کی بناء پر شاطبی اور مولد اور وفاۃ کی نسبت سے غرناطی ہیں۔

پرورش

امام شاطبیؒ نے آخری مملکتِ اسلامیہ غرناطہ (جس کا اطراف عالم سے علماء نے رُخ کیا) کے اندر اُس زمانے میں پرورش پائی جب فکری زندگی اپنے عروج پر تھی۔ اسی لیے امام شاطبیؒ نے اس پختہ علمی ماحول میں قیام کرنے کو ترجیح دی اور اندلس سے باہر کوئی سفر نہیں کیا۔ یہاں غرناطہ کے علاوہ دوسرے علاقوں کے لوگ بھی قیام پذیر تھے۔ آپ نے اپنی وفات تک غرناطہ میں سکونت اختیار کی۔

امام شاطبی ؒ نے اس مملکتِ اسلامیہ کے زیرِ سایہ عمدہ فصات اوراعلیٰ اخلاق سے متصف ہو کر پاکیزگی اور پرہیز گاری کے ساتھ پرورش پائی۔ آپ وقت کے ایسے امام تھے جن سے راہنمائی حاصل کی جاتی اور پرہیز گاری، تقویٰ اور پاکدامنی میں آپ کی اقتداء کی جاتی۔

احمد باب التنبکتی بیان کرتے ہیں:

”كان ثبتاً ورعاً صالحاً زاهداً سنياً اماماً مطلقاً، على قدم راسخ من الصلاح والعفة والتحري و الورع“[47]

"آپ صلاح و تقویٰ، پاکدامنی اور پرہیز گاری میں ایک پختہ عابد، زاہد، صالح، بلامناز ایک قابلِ حجت سنی امام تھے۔"

آپؒ نے جو نصیحت اپنے بعض ساتھیوں کے لیے تحریر کی وہ آپ کے اعلیٰ اور عمدہ اخلاق سے متصف ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ آپ نے فرمایا:

''فهذا الحرص الشديد الذي ظهر منكم أخاف فيه عليكم تبعة، لأنه قد ظهر فيه قصد الانتصار للنفس، وهذا القصد لا يكون خالص العمل، فإن كان وجه الصواب لائحاً فاعمل به فيما استطعت فمن جاءك مسترشداً فعلمه مما علمك الله، ومن جاءك مستشكلاً لأمر و عرفت من مخايله الصدق، فأرشده لما عندك من الصواب، أو قل لا أعلم. ومن جاءك متعناً فأعره لأذن الصماء، واسأل ربك اللطف الجميل، ومن أتاك يخبرك بما فيك فاعلم أنه في الغالب نمام ينم عليك كما ينم لك، فلا تثق به.ولا تتلقف كلام الناس، فأنه مما يوقع العداوة والبغضاء بين المؤمنين، ومن خطأ صوابك فكله إلى الله تعالىٰ، وأما المسيء فيك تكفيك من انتصارك لنفسك، وكل من عاملك بشر فعامله بغير، ومن قطعك فصله.''[48]

"یہ شدید حرص جو تم سے ظاہر ہوئی ہے میں تمھارے بارے میں اس کے انجام سے ڈرتا ہوں، کیونکہ اس میں نفس کے غالب آنے کا ارادہ ظاہر ہے اور یہ ارادہ خالص عمل نہیں ہو سکتا، پس اگر حق کا پہلو واضح ہو تو تُو جس قدر ہو سکے اُس پر عمل کر، جو راہنمائی حاصل کرنے کے لیے تیرے پاس آئے تو تُو اُسے اُس علم میں سے سکھا جو علم اللہ نے تجھے سکھایا ہے اور جو کسی چیز پر اعتراض کرتے ہوئے تیرے پاس آئے اور تُو اُس کے گمان سے سچائی کو پہچان لے تو تیرے پاس جو حق ہے تو اُس کی طرف اُس کی رہنمائی کر یا کہہ دے میں نہیں جانتا اور جو تیرے پاس ہٹ دھرمی کرتے ہوئے آئے تو تُو اُس سے کنارہ کشی کر اور اپنے رب سے لطف و کرم کا سوال کر اور جو تیرے پاس آ کر تجھے تیری خوبیوں کی خبر دے تو تُو جان لے وہ غالباً چغل خور ہے جو تیرے بارے میں چغل خوری کر رہا ہے جیسے وہ تیرے سامنے دوسروں کی چغل خوری کرتا ہے اور تو اُس پر بھروسہ نہ کر۔ تو لوگوں کی باتوں میں جلدی نہ کر، یہ مومنوں کے درمیان بغض اور عداوت پیدا کرتی ہے، جو تیری حق بات کو غلط قرار دے تو تُو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد کر جو تیرے بُرا چاہے تو اس کے بارے

میں تیرا اپنے نفس پر غالب آجاناہی تیرے لیے کافی ہے اور جو کوئی بھی تیرے ساتھ بُرا سلوک کرے تو
اس کے ساتھ اچھا سلوک کر اور جو تیرے ساتھ قطع تعلقی کرے تو اُس کے ساتھ صلہ رحمی کر۔"

آپ کی وفات

حضرت امام شاطبیؒ کے سوانح نگار آپ کے سن وفات پر متفق ہیں۔ بعض نے وفات کا مہینہ اور بعض نے اُس مہینے کی تاریخ اور دن بھی بیان کیا ہے۔ آپ کی وفات کے بارے میں درج ذیل اقوال ہیں۔ وفیات میں مذکور ہے:

"امام ابو اسحاق شاطبی نے ۷۹۰ھ کو غرناطہ میں وفات پائی۔"[49]

امام شاطبیؒ کے شاگرد عبد اللہ مجاریؒ کہتے ہیں:

''توفي رحمه الله في شعبان عام: ۷۹۰ھ، تسعين و سبعمائة''[50]

آپؒ نے شعبان ۷۹۰ھ میں وفات پائی۔

احمد باباالتنبکتی ؒلکھتے ہیں:

''توفي يوم الثلاثاء من شعبان سنة تسعين و سبعمائة''[51]

آپ نے شعبان المعظم کے ماہِ مبارک میں بروز منگل ۷۹۰ھ میں وفات پائی۔

نتیجہ بحث

امام ابو اسحاق ابراہیم الشاطبیؒ ایک ایسی بلند قامت علمی شخصیت ہیں جو اسلامی قانون کے علوم میں اپنی خصوصیات کی وجہ سے بہت اونچے مقام پر فائز ہیں۔ یہ آٹھویں صدی ہجری میں اندلس کے مرکز غرناطہ میں پروان چڑھے، جو کہ اس وقت بنو الأحمر کے دور حکمرانی میں ہسپانوی عیسائیوں کی یلغار اور قبضے کے بعد دیگر مسلم علاقوں سے ترک وطن کر کے غرناطہ آنے والے مسلمانوں اور علماء وفقہاء کیلئے ایک محفوظ پناہ گاہ کی شکل اختیار کر گیا تھا، جس دوران مسلم علاقے، مملکتیں یکے بعد دیگرے مسلمانوں کے ہاتھوں سے چھینی جارہی تھیں، جہاں ایک طرف اندلس میں عربوں کے اتحاد کا شیرازہ بکھر رہا تھا تو دوسری طرف حکمران اور شہزادے اقتدار اور حکمرانی کی ہوس میں فرقوں، پارٹیوں اور دھڑوں میں منتشر ہو کر سب حکمرانی کو کسی بھی قیمت پر حاصل کرنے کے درپے تھے، خواہ اپنے بھائی کے خلاف اپنے دشمن سے مدد طلب کر کے۔ نتیجتاً دشمن ہسپانوی فوجوں نے پہلے ایک بھائی کو پھر دوسرے کو بھی تہہ تیغ کیا اور یوں اسلامی سلطنت ہمیشہ کیلئے سرزمین اندلس سے بے دخل کر دی گئی۔

امام شاطبیؒ اس غیر یقینی ماحول، گردونواح کے معروضی حالات کے باوجود اپنی محنت کے بل بوتے پر علم وفقہ میں اعلیٰ مقام پایا جب اندلس اندرونی خلفشار، انحطاط اور ٹوٹ پھوٹ کے عوامل سے دوچار تھا، لیکن علم وفقہ کے نقطہ نظر سے علماء وفقہاء کی توجہ کا مرکز بن چکا تھا جہاں اطراف اندلس سے علماء وفقہاء کی آمد غرناطہ میں ہونے لگی جن سے امام شاطبیؒ نے کسب فیض کیا اور علم وفضل میں اعلیٰ مقام پایا۔

حیرت اور توجہ کا باعث یہ ہے کہ اس دور میں جبکہ مشرق اور اندلس میں مسلمانوں کے درمیان دراڑ اور سیاسی رسہ کشی اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ امیدیں دم توڑنے لگی تھی، عالم اسلام کے مشرقی اور مغربی علاقوں بشمول اندلس میں چند ایسی عظیم المرتبت عالمانہ شخصیات کا ظہور ہوا جنہوں نے آنے والے وقتوں کے لیے عالم اسلام کی علمی باگ ڈور سنبھالے رکھی اور ان کے علوم کی روشنی تاہنوز روشن ہے امام شاطبی ان عظیم المرتبت شخصیات میں سے ایک ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

1 غرناطہ ان تین بڑی ولایات میں سے ایک ولایت تھی جن میں ابن احمر کی مملکت تقسیم ہوتی تھی، دوسری ولایت: المریہ تھی، تیسری ولایت: مالقۃ تھی۔ غرناطہ غین کے فتحہ اور را کے سکون کے ساتھ، اسے غرناطہ اس کی خوبصورتی کی وجہ سے کہتے ہیں۔ یہ قدیم ترین شہروں میں سے ایک شہر ہے- الحموي، ياقوت بن عبدالله، ابو عبد الله، معجم البلدان، (بيروت: دارالفكر) ١٩٥/٤-

2 محمد بن یوسف بن نصر، ابوعبداللہ ابن احمر، صاحب الاندلس، ان کی بیعت ٦٢٩ ھ میں ارجونۃ میں کی گئی۔ یہ بہادر، مدبر، دوراندیش اور دین دار مزاج کے تھے۔ ٦٦٢ھ رجب میں ان کی وفات ہوئی۔ بنو احمر کی اصل ارجونۃ سے ہے۔ یہ سعد بن ابی عبادۃ سے منسوب ہوتے ہیں۔ جو کہ خزرج کے سردار تھے۔

3 یہ اسلامی دولت تھی جسے محمد بن عبد اللہ بن تومرت نے ۵۱۴ھ میں قائم کیا تھا۔ یہ ابتداء میں مشرقی ممالک میں علم کے حصول کے لیے چلے گئے، پھر مغرب میں واپس آکر دعوت کا کام شروع کیا، ان کے ساتھ کئی قبائلی وفود شامل ہوگئے اور ان کی بیعت کرلی، اس کے بعد عبد المومن بن علی حکمران بنا وہ مرابطین پر حاوی رہا، اس نے کئی معرکوں میں شرکت کی، اس کے دور میں فتوحات کا سلسلہ جاری رہا بالآخر یہ دولت ٦٦٨ھ میں مرینیین کے ہاتھوں ختم ہوئی۔ ابن كثير، اسماعيل بن عمر القرشي، ابوالفداء، البداية والنهاية، (بيروت: مكتبة دارالمعارف) ١٨٦/١٢.

4 عبد الحكيم الذنون، آفاق غرناطة، دمشق: دارالمعرفة، ص٤١.

5 التلمساني، احمد بن محمد المقري الحفيد، نفح الطيب من غصن الاندلس الرطيب، (بيروت: دارصادر،١٩٦٨م) ٤٥٣/١.

6 محمد بن محمد بن احمر: ابوعبداللہ محمد بن محمد بن یوسف الانصاری الخزرجی، یہ بنی نصر کے دوسرے بادشاہ تھے اور ان کی بنیاد بھی۔ ٦٣٣ھ میں غرناطہ میں پیدا ہوئے، بڑی جاہ وجلال والے بادشاہ تھے، دوراندیش زیرک اور کئی صفاتوں کے مالک تھے۔ علماء کا احترام کرتے تھے۔ ٦٧١ھ میں بادشاہت سنبھالی اور تیس سال تک بادشاہ رہے، ان کا دور فتنوں اور مصائب سے بھرا ہوا تھا۔ ٧٠١ھ میں مسجد میں وفات پائی۔ لسان الدين بن الخطيب، محمد بن عبدالله بن سعيد السلماني، ابوعبد الله، الاحاطة في اخبار غرناطة،(بيروت: دارالكتب العلمية، ١٤٢٤ھ) الطبعة الاولي، ٥٥٦/١.

7 محمد بن محمد بن احمر: ابوعبداللہ محمد بن محمد بن یوسف الانصاری الخزرجی، یہ بنی نصر کے تیسرے بادشاہ تھے۔ اپنے والد کی وفات کے بعد ٧٠١ھ میں بادشاہ بنے، ٧١٠ھ میں وفات پائی۔ علماء کے مقرب تھے۔ الاحاطة، ٥٤٤/١.

8 نصر بن محمد بن محمد بن یوسف الانصاری۔ بنی نصر کے چوتھے بادشاہ تھے۔ ٦٨٦ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کے چچا کے بیٹے نے ان سے بادشاہت چھین لی تھی۔ اچھے اخلاق کے مالک تھے۔ ٧٢٢ھ میں وفات پائی۔ الاحاطة، ٣٣٤/٣.

9 اندلس کے بڑے شہر کا نام ہے۔ معجم البلدان، ١١٩/٥.

10 ابو الولید اسماعیل بن فرج بن اسماعیل بن یوسف بن محمد الانصاری الخزرجی، یہ بنی نصر کے پانچویں بادشاہ تھے۔ ٦٧٧ھ میں پیدا ہوئے۔ کثیر الحیاء اور اچھے اخلاق کے مالک تھے۔ ٧١٣ھ سے ٧٢٥ھ تک حکومت کی۔ الاحاطة، ٣٧٧/٣.

11 محمد بن اسماعیل بن فرج بن اسماعیل بن یوسف الانصاری الخزرجی، یہ بنو نصر کے چھٹے بادشاہ تھے۔ ٧١٥ھ میں پیدا ہوئے۔ ٧٢٥ھ میں اپنے والد کے قتل کے بعد بادشاہت سنبھالی۔ بڑے بہادر تھے۔ کفار سے ان کے کئی معرکے ہوئے۔ ٧٣٤ھ میں قتل کیے گئے۔ لسان الدين بن الخطيب، اللمحة البدرية في الدولة النصرية،(بيروت: منشورات دار الآفاق الجديدة، ١٩٨٧)، ص.٩٠

12 الاحاطة، ٣١٨/٤.

13 الحميري، محمد بن عبد الله بن عبدالمنعم، ابوعبدالله، صفة جزيرة الاندلس، بيروت: دارالجيل، ط٢، ١٤٠٨ھ-١٩٨٨م، ١٢٧/١.

14 العسقلاني، احمد بن علي بن محمد بن احمد بن حجر، الدررالكامنة في أعيان المائة الثامنة، (حيدرآباد: مجلس دائرة المعارف العثمانية، ١٣٩٢ھ-١٩٧٢م) ٢٩٢/٤. 2

15 نفح الطيب، ٤٤٧/١؛ الاحاطة، ٤١/١.

16 الاحاطة، ٣٩٨/١. اللمحة البدرية، ص١٢٦.

17 ابن بطوطة، محمد بن عبدالله بن محمد بن ابراهيم، ابوعبدالله، رحلة ابن بطوطة تحفة النظار في غرائب الامصارو عجائب الاسفار، بيروت: داراحياء العلوم، ط١، ١٤٠٧ھ-١٩٨٧م، ٧٦٨/٢.

18 صفة جزيرة الاندلس، ٣٢/١. الاحاطة، ١٤/١.

19 الاحاطة، ٤٣٨/٤. الدرر الكامنة، ٤٦٩/٣.

20 الاحاطة، ٣٦/١.

21 الاحاطة، ۳۶/۱. رحلة ابن بطوطة تحفة النظار، ۷۶۸/۲.

22 الاحاطة، ۳۸/۱.

23 ایضاً، ۴۰/۱.

24 الشاطبي، ابراهيم بن موسي بن محمد اللخمي، الغرناطي، ابواسحاق، فتاوي الامام الشاطبي، طبعة تونس: ط۲، ۱۴۰۶ھ-۱۹۸۵م، ص۲۸

25 الونشريسي، احمد بن يحي، ابوالعباس، المعيار المعرب والجامع المغرب عن فتاوي اهل افريقية والاندلس والمغرب، وزارة الاوقاف والشؤون الاسلامية للملكة المغربية: ودارالغرب الاسلامي، ۱۴۰۱ھ-۱۹۸۱، ۱۳۱/۱۱. فتاوي الامام الشاطبي، ص۱۷۸.

26 المعيار المعرب ۲۱۳/۵.

27 التنبكتي، احمد بابا بن احمد بن الفقيه الحاج احمد بن عمر بن محمد التكروري، نيل الابتهاج بتطريز الديباج، طرابلس/ليبيا: دارالكاتب، ط۲، ۲۰۰۰م، ص۹۸. معجم البلدان، ۳۸۴/۱.

28 الاحاطة، ۳۰۰/۲. الدرر الكامنة، ۳۱۲/۴. نيل الابتهاج ,ص۲۸۲.

29 **ابن لب: فرج بن قاسم، ان کا تعارف امام شاطبیؒ کے شیوخ میں آگے آئے گا۔**

30 الاحاطة، ۲۵۶/۲ . ابن فرحون المالكي، الديباج المذهب في معرفة أعيان المذهب، بيروت: دارالتراث للطبع والنشر، ص۲۹۵.

31 شمس الدين ابوالخير، محمد بن محمد بن محمدعلي بن الجزري الدمشقي الشافعي، غاية النهاية في طبقات القرآء، بيروت: دارلكتب العلمية، ط۱، ۱۴۲۷ھ-۲۰۰۶م، ۴۵۶/۱.

32 نفح الطيب، ۱۷/۱.

33 المقري، احمد بن محمد التلمساني، شهاب الدين، ازهار الرياض في اخبار عياض، القاهرة: مطبعة لجنة التأليف والترجمة والنشر، ۱۳۵۸ھ-۱۹۳۹م، ۱۸/۱.

34 الشاطبي، ابراهيم بن موسي بن محمد اللخمي الغرناطي، الاعتصام، السعودية: دارابن عفان، الطبعة الاولي، ۱۴۱۲ھ-۱۹۹۲م، ۲۸/۱.

35 الاحاطة، ۲۱۳/۴؛ ازهار الرياض، ۱۶/۱.

36 الزركلي، خير الدين بن محمود بن محمد بن علي بن فارس الدمشقي، الأعلام، بيروت: دار العلم للملابين، ۲۰۰۲م، ج۱، ص۱۰۲

37 نيل الابتهاج بتطريز الديباج، ص۵۰.

38 القيرواني، الشيخ الدكتور ابو رافع محمد بن هادي ابو الاجفان التميمي التونسي، **دورِ حاضر میں زیتونۃ، تونس کے اہلِ علم میں ایک معتبر نام ہے۔ آپ ۱۴صفر المظفر ۱۳۵۵ھ بمطابق ۶ مئی ۱۹۳۶ء کو مومنۃ الشرفاء قیروان میں پیدا ہوئے۔ اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ تقریباً ۵۰ سال کا عرصہ درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں گذارا۔ جامعہ زیتونۃ تونس میں** قسم الفقه و السياسية الشرعية **کے رئیس بھی رہے۔ پھر جامعۃ اُم القریٰ مکہ مکرمہ میں زندگی کے آخری لمحات تک تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ شیخ ابوالاجفان کو ان کے علمی کارناموں کے حوالے سے امتیاز حاصل ہے۔ بطورِ خاص اسلام کے علمی اثاثوں کی تحقیق کے بارے، کیونکہ شیخ نے فقہی میدان میں عمومی طور پر جب کہ امام مالک کی فقہ کی خدمت کے لیے جو کوشش کی ہے وہ خصوصی طور پر قابلِ قدر ہے۔ انھوں نے فقہِ مالکی کو کوئی ایک مختلف طریقوں سے مدون کیا، مثلاً** المذهب في ضبط مسائل المذهب لابن رشد القفصي، عقد الجواهر الثمينة في مذهب عالم المدينه لابن شاس، إرشاد سالك إلى أفعال المناسك لابن فرمون، شيخ حدود ابن عرفة للرصاع، فصول الأمقام لأبي الوليد الباجي، فتاوى الامام الشاطبي (**ملاحظہ فرمائیں**: ابو الاجفان، محمد (الدكتور)، بحوث و مقالات فقهية لفضيلة الشيخ الدكتور محمد أبي الاجفان، جمع و ضبط و تقديم: مختار الجبالي، دار ابن حزم للطباعة و النشر و التوزيع، ۲۰۱۱م.

39 كحاله، عمر بن ر ضا بن محمد راغب بن عبدالغني الدمشقي، معجم المؤلفين، بيروت: دار التراث العربي، ۱۳۷۶ھ، ج۱، ص۱۹۵)

40 مقدمة فتاوى الامام الشاطبي ص۳۲.

41 نيل الابتهاج بتطريز الديباج، ص۴۶؛ أعلام، ص۷۵؛ معجم المؤلفين، ص۱۱۸

42 السمعاني، عبدالكريم بن محمد بن منصور التميمي، ابو سعد، الانساب، حيدرآباد: دائرة المعارف العثمانية، ج۱۱، ص۲۱۰.

43 الجوهري، اسماعيل بن حماد، ابو نصر، الصحاح — تاج اللغة و صحاح العربية، بيروت: دار العلم للملايين، ط۴، ۱۴۰۷ھ، ج۵، ص۲۰۲۸. الزبيدي، محمد بن محمد بن عبدالرزاق الحسيني، ابوالفيض، تاج العروس من جواهر القاموس، دار الفكر للطباعة و النشر و التوزيع، ج۹، ص۵۸.

44 و هي كريمة البقعة كثيرة الثمرة عظيمة الفائدة طيبة الهواء. معجم البلدان، ج۳، ص۳۰۹.

45 ابن ماكولا، سعد الملك، علي بن هبة الله بن جعفر، ابو نصر، الإكمال في رفع الارتياب عن المؤتلف و المختلف في الاسماء والكنى والأنساب، بيروت: دار الكتب العلمية، ط١، ١٩٩٠م، ج٧، ص١٤٨؛ الجزري، عز الدين ابن الأثير، ابوالحسن، اللباب في تهذيب الانساب، بيروت: دار صادر، ج٣، ص١٣٠.

46 معجم البلدان، ٣/ ٣٩٠.

47 نيل الابتهاج بتطريز الديباج، ص٤٦- ٤٧.

48 فتاویٰ الامام الشاطبي، ص١٨٣، رقم: ٤٣؛المعيار المعرب، ج١١، ص١٤٠.

49 الونشريسي، احمد بن يحي، ابو العباس، وفيات الونشريسي، تحقيق: محمد بن يوسف القاضي، القاهره: شركة نوابغ الفكر، ط١، ص٦٨.

50 المجاري، محمد بن محمد بن علي بن عبدالواحد، برنامج المجاري، محقق: محمد ابو الاجفان، بيروت: دار الغرب الإسلامي، ط١، ١٩٨٢ء- ١٤٠٠ھ، ص١٢٢.

51 نيل الابتهاج بتطريز الديباج، ص٤٩.